

سورہ بقرہ آیت ۳ کی مختصر شرح

<"xml encoding="UTF-8?>



الَّذِي نَ يُؤْمِنُو نَ بِالْغَيْبِ وَ يُقْيِي مُوْنَ الصَّلْوَةَ وَ مِمَّا رَزَقَنَاهُمْ يُذْفَقُونَ (سورہ بقرہ ۳)

۳۔ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں نیز جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

تشريح کلمات

یُقْيِي مُوْنَ:

(ق و م) اقامۃ سے ہے۔ یہ لفظ کسی ذمہ داری کی ادائیگی اور اس پر کاربند رینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
کُوْنُ اَقْوَمِيْنَ لِلَّهِ {۵ مائدہ : ۸۔ "الله کے لیے بھرپور قیام کرنے والے بن جاؤ۔"}

الصَّلْوَةَ:

(ص ل و) اکثر ماہرین لغت کے نزدیک صلوٰۃ کا لغوی معنی "دعا" ہے اور شرعی اصطلاح میں صلوٰۃ رکوع و سجود پر مشتمل عبادت یعنی "نماز" سے عبارت ہے۔ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ لفظ صلوٰۃ عربی ہے یا عبرانی۔ میرے نزدیک یہ عبرانی لفظ ہے اور قدیم بابلی عہد میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے رکوع و سجود پر مشتمل عبادت کے لیے استعمال کیا۔ چنانچہ عبرانی میں عبادت گاہ کو صلوٰۃ کہا جاتا ہے اور یہودی بھی اپنی عبادت گاہ کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ بعض محققین کے نزدیک بعيد نہیں کہ انگریزی کا لفظ salute اسی سے ماخوذ ہو۔ قرآن میں ارشاد ہوا:

وَ لَا دَفْعٌ لِلَّهِ النَّاسَ بَعْضُهُمْ يَبْعَضُ وَ صَلَوٰتٌ وَ بِيَعْ وَ مَسْجِدٌ يُذْكُرُ فِي هَا اسْمُ اللَّهِ
كَثِيرٌ بِرًا {۲۰: حج ۲۲}

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے روکے نہ رکھتا تو راہبوں کی کوٹھڑیوں اور گرجوں اور عبادت گاہوں اور مساجد کو جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے منہدم کر دیا جاتا۔

بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعے یہ لفظ عربی میں داخل ہوا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام جو عبادت بجا لاتے تھے، وہ رکوع و سجود پر مشتمل تھی:

وَعَاهَدَ نَا إِلَى إِبْرَهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ مَنْ أَنَّ طَهْرًا بَيْتَ تَقْلِيدِ الظَّاهِفِيَّنَ وَالْعُكْفِيَّنَ وَالرُّكْجِ السُّجُونَ ۝ ۲۵ { بقرہ: ۱۲۵ }

اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل پریہ ذمے داری عائد کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف، اعتکاف اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

سابقہ بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ لفظ صلوٰۃ اصل میں حضرت اسماعیل (ع) کی رکوع و سجود والی عبادت کا نام تھا، جو بعد میں دعا کے معنی میں استعمال ہونے لگا، لیکن اسلام نے اسے دوبارہ رکوع و سجود والی عبادت ابراہیمی کے لیے مخصوص کر دیا۔

الرزق:

(ر ز ق) رزق عطائے جاری کو کہتے ہیں: الرِّزْقُ يُقَالُ لِلْعَطَاءِ الْجَارِيُّ {مفردات راغب اصفہانی}

ینفقون:

(ن ف ق) انفاق، نفق سے ہے، جس کے معنی دونوں طرف سے کھلی سرنگ یا گلی ہے۔

مال ہاتھ میں آکر خرچ ہو جائے تو یہ انفاق کہلاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں دو رخی اختیار کرنے کو نفاق کہا جاتا ہے۔ کیونکہ منافق دین میں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرا دروازے سے نکل جاتا ہے یا جس طرح سرنگ کے دو دہانے ہوتے ہیں، اسی طرح منافق کے بھی دو چہرے ہوتے ہیں۔

تفسیر آیات

الَّذِي نَ يُؤْمِنُ نَ بِالْعَيْبِ: ایمان "امن" (سلامتی) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ ایمان بالله ابدی بلاکت سے سلامتی اور بچاؤ کا موجب ہے یا ایمان بالله سے قلب و ضمیر کو امن و سکون ملتا ہے۔ پھر چونکہ ایمان کے بھی درجات ہیں، یعنی قلب کا ایمان (تصدیق)، زبان کا ایمان (اقرار) اور اعضائے بدن کا ایمان (عمل)، لہذا کامل ایمان وہ ہو گا جو ان سب کاممجموعہ ہو۔ چنانچہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

الْأَيْمَانُ هُوَ الْأَقْرَارُ بِالْلِسَانِ وَ عَقْدُ فِي الْقَلْبِ وَ عَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ۔ } اصول الكافی ۲ : ۲۷ }

ایمان زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے سے عبارت ہے۔

غیب مشہود و محسوس کی ضد ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ، وحی، فرشتوں اور دینی عقائد و اصول وغیرہ کا تعلق ماورائی محسوسات سے ہے۔ ان پر ایمان لانا اور انہیں تسلیم کرنا ہی "ایمان بالغیب" ہے۔

الحادی نظریات رکھنے والوں کے نزدیک صرف ان امور پر ایمان لانا درست ہے جو محسوس، مادی اور قابل تجربہ ہوں۔ ماورائی محسوسات چونکہ تجربے کے دائیں سے باہر ہیں اس لیے ان پر ایمان لانا درست نہیں، حالانکہ :

اولاً: ان کا یہ استدلال خود غیر حسی اور غیر تجرباتی ہے اگر غیر محسوس امور کی کوئی حقیقت نہیں تو خود یہ دلیل بھی فاسد ہے۔

ثانیاً: غیر محسوس اور غیر تجرباتی اصوات لون کو تسلیم نہ کیا جائے تو بہت سے حقائق سربستہ رہیں گے کیونکہ حس و تجربہ ہر جگہ کلی طور پر دلیل نہیں بن سکتے، بلکہ صرف ان محدود امور کے لیے دلیل بن سکتے ہیں جن پر تجربہ ہوا ہو۔

ثالثاً: اگر معلوم سے علت اور آثار سے مؤثرکا وجود ثابت نہیں ہوتا تو کوئی شے ثابت نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ آثار مشہود ہوتے ہیں اور مؤثر غیبت میں۔ عمارت مشہود ہوتی ہے، مگر معمار غائب۔ نقوش قدم مشاہدے میں آتے ہیں، جب کہ راپرو نظروں سے اوجھل بھی ہو جاتے ہیں۔

رابعاً: اگر صرف حس و تجربہ ہی دلیل وجود ہے تو ملحدین کو ماورائے حس پر نفیاً و اثباتاً کوئی نظریہ قائم ہے نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ اگر صرف تجربہ دلیل ہو تو غیر تجربی بات نہ تو ماورائے حس کے اثبات کے لیے دلیل ہے اور نہ نفی کے لیے، لہذا وہ ماورائے حس کی نفی نہیں کر سکتے۔ حالانکہ یہ لوگ ماورائے حس کی نفی کرتے ہیں۔ اس طرح یہ لا شعوری طور پر ماورائے حس میں قدم رکھتے ہیں (اگرچہ اس کی نفی کے لیے ہی سہی) اور حس و تجربے کی حدود سے نکل جاتے ہیں اور یہ ان کی طرف سے ماورائے حس کا عملی اعتراف ہے۔ مختصر یہ کہ مادہ پرست کا مضطرب اور غیر مطمئن ذہن ماورائے حس کو سمجھنے سے قاصر ہے، کیونکہ پرسکون جھیل ہی ابر و کوہ کے صحیح خد و خال کو منعکس کرتی ہے، جب کہ ایک مضطرب و متلاطم جھیل اپنے اردگرد کے دلکش مناظر کی عکاسی کرنے سے عاجز ہوتی ہے۔

ایمان بالله کے فطری ہونے پر انشاء الله آئندہ صفحات میں ہم تفصیلی بحث کریں گے۔

وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ: نماز دین کا ستون اور معراج مومن ہے جو لا تترك بحال کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑی جا سکتی۔

فَإِنْ قُبِلَتْ قُبْلَ مَا سِوَاهَا وَ إِنْ رُدَّتْ رُدُّ مَا سِوَاهَا . {فلاح السائل ص ۱۲۷}

اگر نماز قبول ہوئی تو دیگر عبادات بھی قبول اور اگر یہ رد ہو گئی تو دیگر عبادات بھی مسترد ہو جائیں گی۔

یہاں قرآن مجید نے لفظ اقامہ استعمال کیا ہے۔ یعنی مؤمنین و متقین نماز "قائم" کرتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا نماز "ادا" کرتے ہیں۔

لفظ اقامہ اجتماعی ذمہ داریوں کے لیے استعمال ہوا ہے:

أَقِيمُوا الَّذِي نَ وَ لَا تَشَرِّقُوا إِنْ فِي هِ ... {۲۲ شوری: ۱۳}

اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

وَ أَقِيمُوا إِلَى وَزَ نَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا إِلَى مِيَ زَانَ ﴿٥٥﴾ . {۵۵ رحمن: ۹}

اور انصاف کے ساتھ وزن کو درست رکھو اور تول میں کمی نہ کرو۔

لہذا اقامة الصلوة انفرادی سے زیادہ اجتماعی فریضہ ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ایک نمازی معاشرہ قائم کریں، جو فحشاء اور منکر سے پاک ہو۔ چنانچہ ایک اور آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حکومت اسلامی کے قیام کا ایک اہم مقصد اقامۃ الصلوٰۃ ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَثُوكُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلوٰةَ ... {٢١} حج : ۲۱

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔

ظاہر ہے کہ انفرادی نماز کا قیام اقتدار کے بغیر بھی بو سکتا ہے نیز مذکورہ آیت باجماعت نماز پڑھنے کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔

وَمَمَا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ: مومن، عابد اور متقدی انسان اجتماعی زندگی اور اقتصادی جدو جہد سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ دشمنان اسلام کے نظریات کے برعکس، مذہب افیون نہیں بلکہ مذہبی انسان معاشرے کا فعال رکن ہوتا ہے۔

اتفاق و فیاضی ایک کائناتی نظام ہے۔ سورج اپنی شعاعوں سے، ہوا اپنی لطافت سے اور پانی اپنی تازگی سے جو فیاضی کرتا ہے، اسی سے کائنات میں زندگی اور شادابی کا دور دورہ ہے۔ متقدی میں اس فیاضی کی موجودگی ضروری ہے تاکہ معاشرہ اس کے مادی رزق کی طرح معنوی رزق سے بھی فیضیاب ہوتا رہے۔ چنانچہ علم، ایک معنوی رزق ہے، لہذا اس کی زکوٰۃ تعلیم و تدریس ہے۔ اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

مِمَّا عَلَّمَنَا هُمْ يَبْتُلُونَ . {بحار الانوار ۲ : ۱۶}

ہم نے انہیں جو تعلیم دی ہے، وہ اس کی اشاعت کرتے ہیں۔

اہم نکات

- ۱۔ اہل تقویٰ محسوس پرست نہیں ہوتے: يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ .
- ۲۔ غیب پر ایمان نمازاً و انفاق پر عمل کے ساتھ مربوط ہے۔
- ۳۔ نماز اور انفاق ایمان کا لا زمہ ہیں۔
- ۴۔ اہل تقویٰ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایک نما زی معاشرے کے قیام کی کوشش کرتے ہیں۔
- ۵۔ انفاق ایک کائناتی عمل ہے، جس سے ایک مو من انسان لا تعلق نہیں رہ سکتا۔
- ۶۔ تما م عبادات کا اصل محور نما ز ہے۔
- ۷۔ ایمان کے اجزاء ترکیبی میں سے ایک، عمل ہے۔

تحقيق مزيد: الوسائل ٢١ : ٥٢٧. مستدرک الوسائل ٣ : ٨٤

الكوثر في تفسير القرآن جلد ١ صفحه 220